حضرت مولانا حافظ محمد صاحب گوندلوی مدظلہ العالی

دوام حدیث

تفسیر بالروایت پر منکرین احادیث کے اعتراضات

اور ان کے جوابات

لڑکیوں کا باپ

۴ - جس کے ہاں دو لڑکیاں ہوں، ان کی پرورش کرے یہاں تک کہ اس سے الگ ہو جائیں۔ یہ عمل اس کا جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے (مسلم)

اس حدیث میں احسان کا ذکر ہے خواہ اپنی اولاد کے ساتھ کرے۔ یہ احسان کرنا بھی جنت میں داخل ہونے کا سبب ہے، اگر مانع نہ ہو اور احسان کرنے والا مسلمان ہو

"ھل جزاء الاحسان الا الاحسان" (الرحمٰن)

احسان کا بدلہ احسان ہی ہے۔

۵ - کسی شخص کے تین بچے مر جائیں اور وہ صبر کرے تو اس کا بدلہ جنت ہے (بخاری)

مگر مسلمان ہونا شرط ہے۔ یہ جزا صبر کی ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

"ویوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب" (زمر)

صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر ملے گا۔

۶ - عورت کے متعلق یہ وارد ہے کہ ایسی عورت نہیں ملتی جو ہر طرح سے مہذب الاخلاق ہو۔ اگر کسی عورت میں کچھ نقص ہو تو اس میں کچھ خوبی ہوتی ہے۔ اس لئے اس عورت کے متعلق

کو دوسری خوبی کی بنا پر برداشت کرے (مسلم)

قرآن مجید میں ہے:

"فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئًا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا" (النساء)

اگر تم عورتوں کو پسند نہ کرو تو یہ خیال کرو کہ تم لبا اوقات ایک شے کو مکروہ جانتے ہو مگر اللہ تعالیٰ اس میں بہت سی بہتری کر دیتا ہے۔

زانیہ عورت والی حدیث

۷۔ ایک زانیہ عورت نے ایک پیاسے ہیں کتے کو پانی پلایا تو وہ بخشی گئی (بخاری)

اس حدیث کا یہ مطلب ہے کہ ایک نیکی کی وجہ سے اس کی طبیعت میں تبدیلی ہو گئی اور وہ کفر اور زنا سے تائب ہو کر مسلمان ہو گئی اور جنت میں چلی گئی۔ اس کی طبیعت کی تبدیلی کا باعث چونکہ کتے کو پانی پلانا تھا، اس واسطے اس کی طرف جنت کے داخلہ کی نسبت کی گئی۔ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ بغیر توحید اور ایمان کے صرف پانی پلانے سے جنت میں چلی گئی بلکہ توحید اور ایمان کی اس کو اس نیکی کی بدولت توفیق مل گئی۔

دوسرا مطلب اس کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس عورت کو آخر جہنم سے رہائی ہو جائے گی مگر ایمان اور توحید کی قید پھر بھی معتبر رہے گی۔ یعنے عورت زنا سے توبہ کئے بغیر مر گئی اور مدت تک دوزخ میں رہے گی۔ جب اس کی سزا کچھ پوری ہو جائے گی تو اس نیکی کی بنا پر اس کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیں گے۔

تیسرا مطلب اس حدیث کا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نیکی اور بدی کا موازنہ ہو گا۔ اس عورت کی نیکیاں اور بدیاں دونوں تولی جائیں گی اور دونوں برابر ہوں گی۔ لیکن یہ پانی پلانے کی نیکی جب اور نیکیوں میں ڈالی جائے گی تو اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا۔ ممکن ہے کہ یہ سزا بھگتنے کے بعد ہو یا پہلے ہو کیونکہ عالم برزخ کے طویل عرصہ میں وہ اپنی سزا بھگت چکی ہو گی۔

قرآن مجید میں ہے:

"ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء" (النساء)

کہ اللہ تعالیٰ شرک معاف نہیں کرتا۔ . . . اور اس کے علاوہ (گناہ) جس کو چاہے معاف فرما دے"

سانپ اور گرگٹ مارنے کی روایت

جو چیز بھی موذی ہو اور بنی آدم کے لئے مضر ہو اس کا مارنا اور ہٹانا نیک کام ہے کیونکہ یہ ایک قسم کا احسان ہے ، واللہ یحب المحسنین !

مگر ایسے جانوروں کے مارنے سے مقصد یہ ہونا چاہیئے کہ لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ اس واسطے ان جانوروں کو تکلیف دے کر نہ مارے۔ مارنے میں جس قدر جلدی کرے گا ، اسی قدر بہتر ہوگا یہی وجہ ہے کہ حدیث میں وارد ہے " جو گرگٹ کو پہلی ضرب میں مارے ، اس کا ثواب اس سے زیادہ ہے جو دوسری ضرب سے مارے اور دو ضربوں سے مارنے والے کا ثواب تین ضربوں سے مارنے والے سے زیادہ ہے (مسلم)

بعض وقت جن بعض جانوروں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں مثلاً

کبھی کبھی جن سانپ کی شکل میں ظاہر ہو جاتے ہیں - یہ بارہا کا تجربہ ہے کہ بعض آدمیوں کو ہر ماہ میں سانپ ڈس جاتا ہے - ایسے آدمیوں کے متعلق مشاہدہ کیا گیا ہے کہ سانپ صرف اسی شخص کو نظر آتا ہے جس کو ڈسے ، دوسروں کو نظر نہیں آتا - پس جب یہ صورت حال ہوئی تو اب لازمی طور پر سانپ مارتے وقت پتہ کر لینا چاہیئے کہ واقعی سانپ ہے یا جن پھر مسلمان ہے یا کافر۔ اسی احتیاط کی بنا پر ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ اگر گھر میں سانپ نکلے تو اس کو نوحؑ اور سلیمانؑ کا عہد یاد کرائے - اگر پھر بھی ظاہر ہو تو اسے مار ڈالے (ابوداؤد) ——— یہ مار بھی ثواب کا کام ہے -

قرآن کی تلاوت

قرآن مجید پڑھنے اور عمل کرنے کے لئے آیا ہے - قرآن ایک جامع کتاب ہے ، پھر بھی اسکا نام قرآن اس لئے ہے کہ پڑھا جاتا ہے یعنی قرآن ورد کا کام بھی دیتا ہے -

" یتلون ایات اللہ اناء الیل وھم یسجدون " (ال عمران)

نماز میں اس کی آیتیں پڑھتے رہتے ہیں -

یاایہا المزمل قم الیل الا قلیلا نصفہ او انقص منہ قلیلا او زد علیہ ورتل القران ترتیلا ط (مزمل)

" اپنے کپڑا لپیٹنے والے ، رات کا کم حصہ چھوڑ کر باقی میں قیام کرو آدھی رات یا کم یا زیادہ اور آرام سے قرآن پڑھو !

بعض آیات اس قسم کی ہیں جن کا پڑھنا پناہ کی غرض سے مقرر ہے جیسے آخری دو سورتیں۔ اور سورہ فاتحہ میں ہدایت مانگنے کا طریقہ بتلایا گیا ہے۔ سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں ذکر کے لئے بہت مفید ہیں کیونکہ ان میں اللہ تعالیٰ کی صفات کا بیان ہے۔ قرآن میں احکام بھی ہیں، واقعات بھی ہیں، توحید و نبوت اور جہاد کے دلائل بھی ہیں، مناظرہ بھی ہے۔ مگر بہت کم آیات ہیں جن میں اللہ کا نام یا اس کی بعض صفات کا ذکر نہ ہو۔ اس لئے قرآن مجید جہاں سے بھی پڑھا جائے، وہاں کے مضمون سے واقفیت کے ساتھ ساتھ اللہ کے ذکر کا فائدہ بھی دیتا ہے۔ نیز وہ احکام چونکہ اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں، اس لحاظ سے بھی قرآن مجید اللہ کی یاد کا ذریعہ ہے۔ بار بار پڑھنے سے قرآن پر عمل کا شوق پیدا ہوتا ہے اور کلام الٰہی ہونے کی بنا پر دل پر بھی اس کا اچھا اثر پڑتا ہے۔ قرآن کے ساتھ فرشتے بھی اتارے جاتے تھے ——— ینزل الملئکۃ بالروح علی من یشاء من عبادہ ——— (نحل)

——— کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو روح کے ساتھ اپنے بندوں سے جن پر چاہتا ہے، نازل کرتا ہے۔ اسی طرح پڑھنے والے کے پاس قرآن سننے کے لئے بھی آتے ہیں اور حفاظت کے لئے بھی مقرر ہیں۔ قرآن کا یاد کرنا اس پر عمل کرنے اور اس کی اشاعت اور حفاظت کے لئے ضروری ہے اور جب تک بار بار نہ پڑھا جائے یاد نہیں ہوتا اور یاد کرنے کے بعد اگر نہ پڑھا جائے تو بھول جاتا ہے۔ اس واسطے حدیثوں میں اس کو یاد کرنے اور بار بار پڑھنے پر ثواب و اجر کا وعدہ ہے۔ اس کی مثال اسی طرح ہے کہ آج کل امتحانات میں مضامین کا ضبط کرنا ضرور ہوتا ہے اور بدوں یاد کرنے اور بار بار پڑھنے کے ضبط رہنا مشکل ہے۔ پس قرآن کا بار بار پڑھنا دو وجہ سے عبادت ہے۔ ایک اس لئے کہ قرآن پڑھنے سے یاد الٰہی کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ دوم اس لئے کہ قرآن بدوں بار بار پڑھنے کے یاد نہیں رہتا۔ پس جب بار بار پڑھنا ایک طرح سے شرعاً مطلوب ہوا تو اس کی فضیلت سے بھی گریز نہیں ہو سکتا۔

پس جن احادیث میں قرآن کی تلاوت کے فوائد بتلائے گئے ہیں، مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ایک صحابیؓ رات قرآن پڑھ رہے تھے، ان کا گھوڑا یکدم کرا چھلنے لگا تو وہ قرآن پڑھنے سے رک گئے تو گھوڑا بھی رک گیا، پھر پڑھنے لگے تو گھوڑا پھر بدکنے لگا۔ آخر انہوں نے قرآن پڑھنا چھوڑ کر نماز ختم کی تو آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا تو اوپر سے کوئی شے اترتی ہوئی معلوم ہوئی جیسے چراغ جلتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جب اس نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے آگے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا یہ فرشتے تھے (متفق علیہ)

اس حدیث میں قرآن کا وہ اثر ذکر کیا گیا جو اس کے ذکر ہونے کے متعلق ہے۔ قرآن مجید میں بھی اس طرف اشارہ ہے ۔ ۔ ۔ ۔ سورۂ نور میں نور کی مثال دے کر آخر میں یہ فرمایا:

"نور علی نور یہدی اللہ لنورہ من یشاء"

کہ "اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، اپنے نور (جو عبادت سے پیدا ہوتا ہے) کی طرف ہدایت کرتے ہیں۔ اس کے بعد مسجدوں میں تسبیح و نماز پڑھنے کا ذکر ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ اللہ کے ذکر اور نماز اور زکوٰۃ ادا کرنے سے نور حاصل ہوتا ہے۔ اور یہ نور کبھی محسوس شکل بھی اختیار کر لیتا ہے۔ بارہا اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ مگر جو اندھا ہو وہ تو حسی نور کا انکار ہی کرے گا،

"من کان فی ھذہ اعمیٰ فھو فی الآخرۃ اعمیٰ" (اسراء)

"جو اس جہاں میں اندھا ہے وہ قیامت کو بھی اندھا ہی ہوگا!"

۲۔ "سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرۃ کی آخری آیتیں دو نور ہیں جو مجھ سے پہلے کسی پیغمبر کو نہیں دیئے گئے"۔ (مسلم)

ان سورتوں کو نور کہنا اسی معنے سے ہے جس معنے سے قرآن کو نور کہا گیا ہے۔ ۔ ۔

"وانزل اللہ الیکم نورا مبینا" (نساء) ۔ ۔ ۔ کہ "ہم نے تمہاری طرف کھلا نور نازل کیا ہے۔ اسی طرح تغابن، اعراف وغیرہ میں قرآن کو نور کہا گیا ہے۔ اور قرآن پڑھنے سے بصیرت بھی بڑھتی ہے، یہ بھی نور ہے۔ پھر یہ نور حسی شکل بھی اختیار کر لیتا ہے۔

۳۔ "جس گھر میں آیت الکرسی پڑھی جائے، اس گھر سے شیطان بھاگ جاتا ہے"

یہ اثر بھی ذکر ہونے کی وجہ سے ہے۔ شیطان اللہ کے ذکر سے چلا جاتا ہے، اسی واسطے اس کو خناس کہتے ہیں۔ اللہ کا نام لینا بھی شیطان سے پناہ مانگنے کی صورت ہے ——!

۴۔ "جس گھر میں سورۂ بقرۃ کی آخری آیتیں تین رات پڑھی جائیں، اس گھر کے قریب شیطان نہیں پھٹکتا" (ترمذی)

یہ فائدہ بھی ذکر والا ہے۔ مقام حدیث میں بے سمجھی کی وجہ سے یہ لکھ دیا گیا ہے کہ جس جنگل میں یہ آیتیں پڑھی جائیں، وہاں شیطان کا اثر نہیں ہوتا۔ ۔ ۔ یہ ترجمہ غلط ہے

جنگل نہیں، گھر، کیونکہ لفظ "دار" ہے" واد" نہیں!

۵ - "سورۂ یٰس قرآن کا دل ہے، جو آدمی اس کو رضا الٰہی اور اخروت کے لئے پڑھتا ہے، بخشا جاتا ہے - تم اسے مردوں پر پڑھو" (نسائی فی الیوم واللیلۃ)

پس چونکہ توحید، نبوت اور جہاد پر قرآن مجید مشتمل ہے اور یہی اصلی عقاید ہیں - پھر اصل مقصد عبادتِ الٰہی کا بھی اس میں ذکر ہے، اس واسطے جو شخص اس کی تلاوت صحیح طور پر کرتا ہے یعنی اس کے مضمون پر اعتقاد رکھتا ہے اور اس کے احکام پر عمل کرتا ہے تو ضرور ہے کہ اللہ اس کو معاف کرے -

۶ - "جو شخص سورۂ یٰسٓ ایک دفعہ پڑھے، اسے دس بار قرآن پڑھنے کا ثواب ملتا ہے (ترمذی) ——— اس کی سند میں ہارون ابو محمد ہے - امام ترمذی نے کہا ہے "شیخ مجہول" یعنی نامعلوم شخص ہے - پس حدیث قابل استدلال نہیں - اس حدیث کی توجیہ یہ ہے کہ ثواب کی دو قسمیں ہیں، ایک اصل، یعنی ہر حرف کی ایک نیکی . . . اور ایک فضل یعنی ہر حرف کی کم از کم دس نیکیاں . . . فضل کے اعتبار سے سورتوں اور آیتوں میں تفاضل ہے - پس قرآن مجید دس بار پڑھنے سے جو اصل ثواب حاصل ہوتا ہے، یٰسٓ پڑھنے سے (اصل اور فضل ملا کر) اتنا ثواب ملتا ہے ——— !

۷ - حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو "قل ہو اللہ احد" پڑھتے سن کر فرمایا، کہ اس پر واجب ہو گئی، کسی نے پوچھا "کیا واجب ہو گئی؟"، فرمایا "جنت واجب ہو گئی" (مؤطا)

اس حدیث کا یہ مطلب کہ توحید پر نجات کا مدار ہے، جس میں توحید خالص پائی گئی، وہ جنتی ہے، اگر مانع نہ ہو -

۸ - "اللہ تعالیٰ خوش آواز نبی کے قرآن پڑھنے کو سب چیزوں سے زیادہ پسندیدگی کے ساتھ سنتا ہے" (متفق علیہ)

اس حدیث کا مطلب واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کو قرآن مجید اچھی آواز میں پڑھنا پسند ہے!

مسکنت اور غنا

فقر اور مسکنت، غنا اور تونگری . . . ان دونوں میں کچھ خوبیاں اور کچھ خرابیاں ہیں،

فقر اور مسکنت میں یہ خوبی ہے کہ انسان تکبر و غرور سے بچ جاتا ہے اور جذبات کے ناجائز تقاضے پورے کرنے سے محفوظ رہتا ہے۔ انبیاء کی اتباع اور نیک لوگوں کی اطاعت اپنے منصب کے خلاف نہیں سمجھتا۔ طبیعت میں عجز و انکساری کا ملکہ پیدا ہوتا ہے۔ تواضع اور خدمتِ خلق کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ فقیر دل اور غریبوں سے الفت اور محبت پیدا ہوتی ہے۔ ... اور اس میں کچھ عیوب بھی ہیں، دین کو بیچ دیتا ہے، کاسہ لیس اور خوشامدی بن جاتا ہے۔ اغنیاء کا مدّاح اور ان کی ہاں میں ہاں ملا کر ضمیر فروشی پر مجبور ہو جاتا ہے۔

اسی طرح غناء اور تونگری میں کچھ خوبیاں ہیں۔ خودداری، دین کو محفوظ رکھنا، ضمیر فروشی سے بچنا، غذا کے اچھا ہونے سے ذہن کی صفائی کی بدولت بلند اخلاق ہونا، وغیرہ۔

اور اس میں عیوب بھی ہیں مثلاً:

تکبر و غرور کا پیدا ہونا، صالحین کی قیادت سے دل چرانا اور آگے ہونے کی خواہش رکھنا، جذبات کی رَو میں بہ جانا، غریبوں پر ظلم کرنا، دوسروں کو ضمیر فروشی پر مجبور کرنا، ستانا اور ظلم کرنا وغیرہ۔

انسانوں کے مزاجوں میں اختلاف ہوتا ہے۔ بعض کے لئے مسکنت و فقر بہتر ہوتا ہے اور بعض کے لئے تونگری بہتر ہوتی ہے۔ ... بعض کے لئے درمیانی حالت بہتر ہوتی ہے۔ اس لئے کسی خاص حالت کو سب لوگوں کے لئے بہتر نہیں کہا جا سکتا۔ مگر قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کے متبعین اکثر ضعیف لوگ ہوا کرتے تھے۔ اور یہ بھی فرمایا ہے:

"ان الانسان لیطغیٰ ان راٰہ استغنیٰ" (پارہ عم)

کہ "یقیناً انسان سرکشی کرتا ہے جب اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ وہ غنی ہو گیا ہے۔"

قال الملأ الذین استکبروا من قومہ للذین استضعفوا لمن آمن منہم (الاعراف)

... یعنی شریف، متکبر لوگ کمزور ایمانداروں کو کہنے لگے۔ ... قرآن میں مختلف مقامات میں امیر و فقیر کے حالات بیان کر کے فقیروں کو ہی پسند فرمایا ہے۔ سورۂ کہف میں ایک مثال میں ایک مالدار اور ایک غریب کا قصہ مذکور ہے جس میں مالدار کے برے انجام کا ذکر ہے۔ مگر یہ قاعدہ کلیہ نہیں۔ قربِ الٰہی کی صف میں جیسے فقیر اور درمیانہ درجہ کا آدمی جگہ پا سکتا ہے، اسی طرح ایک مالدار آدمی کو بھی موقع مل سکتا ہے۔ اگر مالدار آدمی مال کے عیوب سے بچ جائے تو وہ مال کی بنا پر ایک فقیر سے بہت آگے نکل جاتا ہے۔ حقیقت میں

مال، دنیا کی زینت اور ستھری چیزیں ایمانداروں ہی کے لئے بنائی گئی ہیں (اعراف) . . . مال کی کثرت کی مضرتیں انسانی کمزوری کی پیدا کردہ ہیں۔ اگر ایک نیک آدمی مال کے شر سے بچ جائے تو مال اس کے لئے بہتر ہے۔ اگر کتاب وسنت میں کمزوروں اور فقیروں کی کچھ فضیلت وارد ہوئی ہے تو وہ انسانی کمزوری کی بنا پر ہے جو عام طور پر انسانوں میں پائی جاتی ہے۔ مگر غلبہ اور کمزوری میں کوئی تعارض نہیں۔

ایک فقیر آدمی غالب بھی آسکتا ہے اور ایک مالدار مغلوب ہو سکتا ہے۔ غلبہ کی دو قسمیں ہیں:

۱۔ غلبۂ حجت و برہان . . . اس کے لئے مال و فقر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۲۔ غلبۂ تلوار و بندوق . . . اس کے لئے اسلحہ اور شجاعت کی ضرورت ہے . . . ایک فقیر آدمی مالدار سے زیادہ دلیر ہو سکتا ہے ——— !

اس تمہید کے بعد مندرجہ ذیل احادیث کو سمجھنا چاہیئے:

۱۔ "جنت میں اکثر فقیر لوگ جائیں گے ——— متفق علیہ

اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کے اکثر لوگ فقیر ہیں اور مالدار کم ہیں۔ پس اس وجہ سے جنت میں بھی یہی تناسب رہا نیز فقر کے لئے جذبات پہ کنٹرول آسان ہے کیونکہ اس میں جذباتی تقاضے پورے کرنے کی ہمت ہی نہیں اس لئے جذباتی تقاضے کا خیال تک نہیں آتا۔ کھانے پینے و دیگر ضروریات کی فراہمی کے سوا اس کو فرصت ہی نہیں ہوتی۔ پھر یہ بات اکثر میں ہے کلی نہیں!

۲۔ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میرا حوض اتنا لمبا ہے جتنا دور عدن سے عمان بلقاء ہے، اس کا پانی دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ میٹھا اور اس کے آبخورے آسمان کے تاروں کے برابر ہیں۔ جو اس میں سے ایک بار پیئے گا، کبھی پیاسا نہیں ہوگا، سب سے پہلے اس پر فقراء المہاجرین کی آمد ہوگی جن کے سر کے بال پراگندہ اور کپڑے میلے ہوتے ہیں اور آسودہ عورتوں سے بیاہ نہیں جاتے؛ نہ ان کے لئے دروازے کھولے جاتے ہیں۔

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

. . . سر کے بال پراگندہ ہونے کا یہ مطلب ہے کہ وہ جہاد کے سفر میں رہتے ہیں۔ بالوں کو درست رکھنے کا موقع کم ملتا ہے۔ کپڑے میلے ہونے کی وجہ بھی یہی ہے۔

یہاں ایک بات واضح کر دینی ضروری ہے کہ اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ بالوں کا پراگندہ

اور کپڑوں کا میلا رکھنا کوئی نیک کام ہے بلکہ بعض عوارض کے باعث اس قسم کی حالت کے پیدا ہو جانے کا ذکر ہے۔

قرآن مجید میں ہے:

" ولا تعد عینٰك عنھم ترید زینة الحیٰوة الدنیا " (کہف)

کہ " ان فقیروں سے تیری آنکھیں ہٹ کر دوسری طرف نہ جائیں، جس سے دنیا کی زینت کی خواہش سمجھی جائے "

ایک جگہ فرمایا: (المطففین)

" ان الذین اجرموا کانوا من الذین آمنوا یضحکون واذا مروا بھم یتغامزون "

" یقیناً مجرم لوگ مومنوں سے ہنسا کرتے تھے، جب ان پر گذرتے تو (از روئے حقارت) ان کی طرف اشارے کرتے "

ایک جگہ ارشاد ہے:

" ان ترن انا اقل منك مالا وولدا فعسٰی ربی ان یؤتین خیرا من جنتك "

(سورۂ کہف)

کہ (اس نیک فقیر آدمی نے کہا) اگر تو مجھے اپنے سے مال اور اولاد میں کم دیکھتا ہے تو مجھے امید ہے کہ میرا رب تیرے باغ سے مجھے بہتر باغ دے "

سورۂ زخرف میں ارشاد ربانی ہے:

" لولا نزل ھذا القرآن علی رجل من القریتین عظیم "

" یہ قرآن دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا؟

یعنی کسی مالدار آدمی پر قرآن نازل ہوتا۔ اسی طرح قرآن مجید انبیاء علیہم السلام کے متبعین کا نقشہ اس طرح کھینچتا ہے کہ وہ غریب ہوتے ہیں، کفار ان کو غربت اور کمینگی کا طعنہ دیتے ہیں آخر ان کی مالی حالت بھی اچھی ہو جاتی ہے۔

۳۔ " فقراء اغنیاء سے پانچ سو برس جنت میں پہلے جائیں گے " (ترمذی)

اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں جو فقر و فاقہ کی بنا پر ان کو تکالیف پہنچی تھیں، ان کا ازالہ ہو جائے۔

۴۔ " آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لئے مسکنت کی دعا کی " (ابن ماجہ)

اس دعا کا یہ مطلب ہے کہ آپؐ نے نبوت کا دعویٰ مال جمع کرنے کے لئے نہیں کیا۔ اگر مال کی دعا کرتے تو لوگ یہ شبہ کرتے کہ نبوت کا دعویٰ شاید مال جمع کرنے کے لئے کیا تھا ــــــ یہ وہ مسکنت نہیں جس کا ذکر قرآن میں بطور سزا کے لئے آیا ہے جو یہود پہ لازم کردی گئی کیونکہ اس جگہ ذلت اور مسکنت ہے، مراد غلامی ہے جیسا کہ سیاق سے معلوم ہوتا ہے:

"ضربت علیھم الذلۃ این ثقفوا الا بحبل من اللہ وحبل من الناس" (آل عمران)

یہود پہ ذلت لازم کردی گئی جہاں کہیں بھی ہوں، ذلیل ہو کر رہیں گے مگر دو صورتیں عزت کی ہیں، ایک اسلامی آئین کا عہد، دوسرا انسانی آئین کا عہد۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ کوئی ریاست قائم کر سکتے ہیں اور آزادی کا سانس لے سکتے ہیں تو اس کی دو ہی صورتیں ہیں، یا تو کسی اسلامی حکومت سے معاہدہ کر لیں یا کسی غیر اسلامی حکومت سے معاہدہ ہو۔ اس کے علاوہ وہ محکوم بھی رہیں گے، اگرچہ کتنے ہی مالدار ہوں کیونکہ ذلت اور مسکنت سے مراد یہاں فقر و فاقہ نہیں بلکہ غلامی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مسکنت کی دعا کی ہے اس سے مراد ضد غنا ہے، یعنی تونگری کی مجھے ضرورت نہیں۔

اسی طرح جو فقراء و مساکین کی فضیلت وارد ہوئی ہے، اسی لحاظ سے ہے کہ ان میں کبر اور غرور نہیں ہوتا، اللہ کی عبادت میں سرگرم ہوتے ہیں ۔ اسلام کا رجحان قومی سرمایہ داری کی طرف ہے، شخصی سرمایہ داری اس کی نظر میں اچھی نہیں۔ یعنی مسلمانوں کی ریاست ہر طرح سے مضبوط ہونی چاہیئے اور عام باشندے اپنی معاشی ضرورتوں میں کسی دوسرے کے محتاج نہ ہوں کہ ان کو ہاتھ پھیلانا پڑے۔ مال اور سرمایہ داری کی مذمت کا نقطہ یہی ہے!

قرآن و سنت سے معلوم ہوتا ہے کہ مصائب کی وجہ گناہ اور معصیت ہے۔ اس لئے گناہ کے بعد جو مصیبت ہوگی اس سے ایک گونہ تخفیف ہوگی، بشرطیکہ صبر کرے:

وبشر الصابرین الذین . . . . . الآیۃ　(البقرۃ)

یعنی صبر کرنے والوں کو خوشخبری دیجیئے . . . ایک جگہ فرمایا:

"انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب"　(الزمر)

یعنی صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر ملے گا۔

مصیبت کی وجہ سے انسان میں انکسار پیدا ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے گناہ کا اثر جو شعور

کی شکل میں ہوتا ہے، کم ہو جاتا ہے، بعض وقت بالکل فنا ہو جاتا ہے۔

اگر کسی نیک کام میں غیبی روکاوٹ پیدا ہو جائے

تو اس صورت میں انسان کو نیک نیتی کی وجہ سے پورا پورا اجر ملے گا کیونکہ:

"لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا"

انسان کو طاقت کے مطابق تکلیف دی جاتی ہے۔ اگر کوئی شخص بیمار ہو جائے یا سفر میں چلا جاوے، وہ سفر یا بیماری کی وجہ سے ایک کام کے چھوڑنے پر مجبور ہو جائے تو اس کو پہلے کی طرح ثواب ملے گا۔ (مشکوٰۃ)

بخار بھی منجملہ امراض کے ہے۔ اس لئے اس سے بھی گناہ دور ہوں گے، بشرطیکہ صبر کرے۔ مگر ان تمام جگہ صغیرے ہی معاف ہوں گے۔ اس لئے یہ قید بھی ملحوظ ہو گی جب تک کبائر کا ارتکاب نہ کرے۔ آنکھوں کے ضائع ہونے پر جو صبر کرے، اس کو جنت ملے گی، اگر مانع نہ ہو۔

عقبہ بن عامر نے سوال کیا یا رسول اللہ! نجات کس طرح ہوتی ہے، آپؐ نے فرمایا، زبان قابو رکھو اور گھر میں بیٹھے رہو اور اپنے گناہوں پر رویا کرو (ترمذی)

اس حدیث کی سند میں عبید اللہ بن زحر اور علی بن یزید ہے۔ یحیٰ نے کہا، عبید اللہ کی حدیث ضعیف ہے، ابن مدینی کہتے ہیں، منکر الحدیث ہے، دارقطنی کہتے ہیں، یہ قوی نہیں۔ اس کا استاذ علی متروک الحدیث ہے۔ ابن حبان کہتے ہیں، ثقہ راویوں سے یہ موضوع روایتیں بیان کیا کرتا تھا۔ امام نسائی کی رائے اس کے بارے میں اچھی تھی۔

پھر اس حدیث میں تین چیزیں ہیں۔ ایک زبان کا ٹھیک رکھنا۔ اس کے متعلق قرآن میں ہے:

"وقولوا قولاً سدیدا" (احزاب)

"بات ٹھیک کیا کرو"

دوسری بات گھر میں بیٹھے رہو۔ ۔ ۔ اس کا تعلق اس زمانے سے ہے جب فتنہ ہو۔ قرآن میں ہے:

"واتقوا فتنۃ" فتنے سے اپنے آپ کو بچاؤ۔

تیسری چیز گناہ پر رونا ہے۔ یعنی گناہ پر اللہ کا ڈر رکھنا۔ یہ قرآن میں بار بار مذکور رہے کہ اللہ سے ڈرو:

"خافون ان کنتم مومنین" (آل عمران)

فتنوں کے روایات کا تعلق اس زمانہ سے ہے . . .

. . . جب مسلمانوں کی کوئی جماعت اہل حق کی مقرر کردہ نہ ہو، نہ ان کی حکومت ہو بلکہ اختلاف کا دور دورہ ہو۔ دماغ الجھن میں پڑ جائے، حق کی تحقیق نہ ہو سکے تو ایسی حالت میں اپنے آپ کو بچانے کے لئے یہ تجویز ہے۔ اگر حق معلوم ہو جائے تو جس فریق کی طرف حق ہو، اس طرف ہو جائے۔ اگر یہ دیکھے کہ حق پر کوئی فریق نہیں، نہ کوئی حق کی طرف زیادہ قریب ہے، سب برابر ہیں تو اس صورت میں ان سب سے الگ ہو جائے۔ اگر حق پر جمع کرنے کی قوت ہو تو استعمال میں لائے ورنہ خاموش رہے۔

جس حدیث میں یہ وارد ہے کہ جنگل میں اذان و اقامت کہہ کر نماز ادا کرنے کا ثواب پچاس گنا ہے۔ یہ اس شخص کے لئے ہے جو کسی دینی یا دنیوی مصلحت کی بنا پر جنگل میں گیا ہو مثلاً بکریوں کو چرانے کے لئے یا مملکت اسلامی کی سرحدیں حفاظت کے لئے۔ یہ فضیلت اس شخص کے لئے نہیں جو رہبانیت بلا ضرورت اختیار کرے۔ کیونکہ رہبانیت بلا ضرورت اختیار کرنے کی مذمت میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ قرآن مجید میں ہے:

"رھبانیۃ ابتدعوھا ما کتبنا ھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا" (حدید)

فقیری کی رسم (رہبانیت) ان لوگوں نے ایجاد کر لی (یعنی لوگوں سے بلا وجہ الگ تھلگ رہنے لگے۔ ہم نے ان پر رہبانیت صرف اس لئے مقرر کی تھی کہ اس سے اللہ کی رضا تلاش کی جائے ان لوگوں نے اس کی رعایت نہ کی (یعنی ان لوگوں نے اس کو ایک دائمی شریعت بنا لیا حالانکہ یہ ایک وقتی شئے تھی۔

اسی طرح کسی شخص پر خوف کا غلبہ اس قدر ہو جائے کہ وہ زار زار رونا شروع کر دے تو یہ کوئی برا کام نہیں۔ قرآن مجید میں ہے: واذا سمعوا ما انزل الی الرسول تری اعینھم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق (مائدہ)

اور جب ان لوگوں نے سنا جو اتارا گیا رسول پر تو ان کی آنکھوں کو دیکھتے ہو کہ آنسوؤں سے بہہ رہی ہیں، کیونکہ ان لوگوں نے حق کو پہچان لیا، دوسری جگہ یہ ذکر ہے کہ بعض لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلنے کا اتنا شوق رکھتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتے کیونکہ سواری نہیں ملی، (تو لوٹ

واعینہم تفیض من الدمع حزنا (توبہ) تو یہ لوگ روتے روتے واپس ہو جاتے ہیں؛
سورۃ بنی اسرائیل : یبکون ویزیدھم خشوعا (جب ان پر قرآن پڑھا جاتا ہے) تو سجدے میں گر پڑتے ہیں، اور عاجزی سے رونے لگتے ہیں۔ سورۃ مریم میں ہے: "خروا سجدا وبکیا" (ان کی آیتیں سن کر) سجدے میں گر کر رونا شروع کر دیتے ہیں۔
ا۔ آنحضرت ﷺ نے سورۃ دہر پڑھی، ایک حبشی آدمی سنتا رہا، جب جنت کا ذکر آیا تو سنتے ہی اس نے سانس لیا اور مر گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس کو جنت کے شوق نے مار دیا ہے (ابن کثیر) اگرچہ حدیث مرسل ہے اور مرسل حجت نہیں ہوتی۔ شوق یا خوف کا بڑھنا اور اس قدر غالب آ جانا کہ انسان مر جائے، یہ بات محال نہیں۔ طبیب ایسی موت کو شادی مرگ کہتے ہیں۔

نماز جنازہ پڑھنا فرضِ کفایہ ہے . . .

. . . اور مسلمان کا مسلمان پر حق ہے۔
ا۔ جس مسلمان کا جنازہ چالیس موحد مسلمان پڑھیں، ان کی دعا قبول ہوتی ہے (مسلم)
اس حدیث میں دعا کا ذکر ہے اور قرآن مجید میں ہے:
"ادعونی استجب لکم" (مومن)
کہ مجھ سے مانگو، میں تمہیں دوں گا"
اور یہ بھی ذکر ہے کہ:
"نوح علیہ السلام نے تمام مسلمانوں کے لئے دعا کی" (نوح)
اور یہ بھی قرآن ہی میں ہے:
"ولو انہم اذ ظلموا انفسہم جاؤک فاستغفروا اللہ واستغفر لہم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما ط (نساء)
جب ان لوگوں نے ظلم کیا تھا، اگر اس وقت تیرے پاس آ کر استغفار کرتے اور تو بھی ان کے لئے بخشش مانگتا تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے!
سورۃ حشر میں پیچھے آنے والے مومنوں کے متعلق بتایا ہے کہ وہ پہلے مومنوں کے متعلق دعا کرتے ہیں کہ "اے اللہ ان کو بخش"، پھر اس جگہ یہ قید ملحوظ ہے، اگر کوئی مانع نہ ہو، حقوق العباد نہ ہوں۔
بعض روایات میں یہ وارد ہے کہ جس مسلمان کے متعلق تین یا چار آدمی (مسلمان)

اچھی شہادت دیں کہ یہ ایماندار اور نیک صالح تھا تو اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے..
(بخاری) . . . اس کا یہ مطلب ہے کہ جو آدمی نیک ہو، اسی کو نیک آدمی کہتے ہیں
مگر اس میں بھی یہ قید ملحوظ ہے کہ اگر مانع نہ ہو۔ ایک حدیث میں ہے "جو شخص صلح کرائے اور
اچھی بات کہے اور اچھی بات نقل کرے، وہ جھوٹا نہیں" (متفق علیہ)
اس حدیث میں یہ ذکر ہے، اگر کوئی شخص دو آدمیوں میں صلح کرانے کے لئے اچھی
بات کہے مثلاً یہ کہے کہ وہ بھی صلح کا خواہش مند ہے یا وہ تیرے لئے دعا کرتا ہے۔ یہ کلمات
دوسرے شخص کو بظاہر ایک مخالف کی طرف منسوب ہونے میں جھوٹ نظر آتے ہیں مگر یہ
بدگمانی صلح کرانے والے کی نسبت نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ جس میں جھوٹ کا عیب
ہو وہ یہ کام (صلح کرانے کا) نہیں کرتا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ یہ . . . ہو
مگر جھوٹ نہیں. . . . . اس حدیث سے جھوٹ کی رخصت سمجھنا بے وقوفی ہے۔

اگر اس حدیث کا یہ مطلب بھی لیا جائے کہ:

صلح کرانے کی غرض سے جو کلمات خلاف واقعہ سرزد ہوں، وہ جھوٹ کے حکم میں نہیں . . .
تب بھی اس سے یہ نہیں سمجھا جاتا کہ جھوٹی احادیث بنانا جائز ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محدثین
نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنا قطعاً حرام ہے اور کبیرہ قرار دیا ہے خواہ
اس جھوٹ میں نیک کام کی ترغیب اور برے کام سے ترہیب ہو۔ اگر کسی نے ایسا
کیا ہے تو محدثین نے اس کی سخت تردید کی ہے اور احادیث صحیحہ کو ہر طرح کے جھوٹ
سے بچایا ہے۔

کتب احادیث کو ہر لحاظ سے قرآن کا ہم پایہ سمجھنا یہ اہل حدیث کا مذہب نہیں. . . صرف واجب التعمیل ہونے میں قرآن کی طرح سمجھتے ہیں۔
جیسے نفس اطاعت میں اللہ اور رسول برابر ہیں مگر اللہ تعالیٰ اصل مطاع ہے اور
رسول اس کے حکم سے۔ مگر حکم کے بعد واجب التعمیل ہونے میں دونوں برابر ہیں۔

گزشتہ کا خلاصہ

حدیث قرآن کی طرح حجت ہے

۱۔ قرآن نے بار بار رسول کی اطاعت اور اتباع کا حکم دیا ہے اور اتباع اطاعت

سے ہٹنے والوں کو کافر، منافق، کفر کی راہ پر چلنے والے، بے ایمان، گمراہ، جہنمی قرار دیا ہے اور احادیث کے احکام کی طرف قرآن میں جا بجا التفات ہے اور قرآن میں حدیثی احکام کے حوالے اور ان کا تذکرہ ہے۔ نیز قرآن مجید کے الفاظ کا حدیث میں بیان ہے۔

۲۔ حدیث کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے مندرجہ ذیل باتوں سے کی ہے۔

ا۔ حدیثوں کو عمل میں داخل کر دیا گیا۔ جیسے نماز روز پڑھی جاتی ہے۔

ب۔ احادیث کو ملک کا قانون بنایا گیا ہے جیسے زکوٰۃ ایک قسم کا ٹیکس تھا جس میں کمی بیشی کا احتمال نہیں ہو سکتا۔

ج۔ سلسلۂ تبلیغ جاری ہونے کے بعد لوگوں کا تحقیق کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے رہنا۔

د۔ حدیثوں کے لئے تبلیغی حلقوں کا قیام اور مدارس کا اجرار۔

ھ۔ حدیث کا تحریر میں آنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیث کو لکھوایا۔

و۔ مجتہدین کی کوشش سے دین محفوظ ہو گیا۔ شرعی احکام کا ایک سلسلہ با ربط بن گیا جس میں ردو بدل کی گنجائش نہ رہی۔

ز۔ بدعت کی ممانعت سے بھی دین کے اندر کسی بیرونی شے کے داخل ہونے کی کوئی صورت نہ رہی۔

ح۔ محدثین کی توجہ سے صحیح حدیث کو پرکھنے کے قواعد بن گئے۔

۳۔ خلفائے راشدین نے احادیث کو لکھایا اور ان پر عمل کیا اور کرایا۔ خلفاء سے جو اس کے خلاف روایات مروی ہیں کہ وہ حدیثوں کو جلا دیتے یا روایت کرنے سے منع کرتے یا روایت کرنے پر مارتے تھے، سب ضعیف اور بے اصل ہیں۔

۴۔ جرح و تعدیل میں جو بعض مقامات میں اختلاف پایا جاتا ہے، ان میں غور کرنے سے اصل حقیقت کھل جاتی ہے اور ان میں ترجیح اور تطبیق سے اصل صداقت واضح ہو جاتی ہے۔ محدثانہ نقطۂ نظر اور فقیہانہ نقطۂ نظر میں کوئی تعارض نہیں۔ محدثین اکثر مجتہدین ہیں، اس لئے وہ دونوں نقطۂ نظر کے حامل

ہیں ۔

۵ ۔ حدیث کی صحت کا مدار صرف سند پر ہے ۔ جب حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہو تو بھی کسی دوسرے معیار پر پرکھنے کی ضرورت نہیں ۔

۶ ۔ صحیح احادیث نہ قرآن کے خلاف ہیں ، نہ عقل کے مخالف ہیں نہ تاریخ سے متصادم نہ علوم عقلیہ کے مضاد ہیں ۔ اگر بعض احادیث میں کچھ باتیں نظر آتی ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ حدیثیں صحیح نہیں ۔ یا ان احادیث کا مطلب غلط لیا گیا ہے ۔ یا عقلی بات صرف وہمی ہے ۔

۷ ۔ وضاعین اور کذابین نے جو کچھ کیا ، ان سب پر محدثین نے کتابیں لکھیں ، انکے حالات لکھے ، یہاں تک کہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ کر دیا ۔

(باقی آئندہ ۔ ان شاء اللہ)

قارئین کو یہ پڑھ کر یقیناً مسرت ہوگی کہ

ماہنامہ " ترجمان الحدیث " ——— لاہور کو

ہم نے معنوی خوبیوں کے ساتھ ساتھ صوری اعتبار سے بھی بہترین بنانے کا عزم کر لیا ہے ——— آئندہ شمارہ (اپریل ۷۴ء)

آفسٹ پر طبع ہوگا ۔ انشاء اللہ !

اس کے ساتھ ساتھ ہم قارئین کرام سے بھی تعاون کی امید رکھتے ہیں کہ وہ ترجمان الحدیث کو اپنے اپنے حلقۂ احباب و رسوخ میں متعارف کرانے کے لئے کوشش فرمائیں گے ——— مینجر